فرائضِ دینی کا قرآنی تصوّر

"اُسوۂ رسُول علٰی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی روشنی میں"

★

ڈاکٹر اسرار احمد

© rasailojaraid.com

کے ایک ایمان و بصیرت افروز خطاب

کی تلخیص

★

ترتیب و تسوید:

جمیل الرحمٰن

یہ خطاب مئی ۱۹۷۹ء میں سورۃ الاحزاب کے مسلسل درس کے ضمن میں
اس سورۂ مبارکہ کے تیسرے رکوع کے درس کے اختتام پر کیا گیا تھا

© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال

© rasailojaraid.c

© rasailojaraid.c

اَحْمَدُهٗ وَاُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ فِیْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ لِّمَنْ کَانَ
یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا ۝
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ (آیت ۲۱)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ
عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ط

اللہ کا شکر و احسان ہے کہ ہم نے آج سُورۃ احزاب کے تیسرے رکوع کا درس و مطالعہ مکمل کر لیا ـــــ میں نے ابتدا ہی میں عرض کر دیا تھا کہ میں درس کے بعد "اُسوہ حسنہ" کے موضوع پر مزید گفتگو کروں گا۔ چنانچہ میں اب اللہ کا نام لے کر آغاز کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس "اُسوۂ حسنہ" کے بارے میں آپ چند اور باتیں سلسلہ وار ایک، دو، تین کی طرح نوٹ کر لیں اور اپنے حافظہ اور ذہن میں بٹھا لیں ـــــ میں دورانِ درس یہ عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ اور حیاتِ طیبہ ہر ایک اعتبار سے اُسوہ ہے۔ "اُسوہ" کا اصل مفہوم اتباع اور پیروی ہے۔ ہمارے یہاں "اتباعِ سُنّت" کی جو اصطلاح رائج ہے اس کو "اُسوہ" کی صحیح ترین تعبیر کہا جا سکتا ہے۔ لیکن سُورۃ الاحزاب کے درس کے

© rasailojaraid.com

دوران آنحضورؐ کا جو اُسوہ ہمارے سامنے آتا ہے، اس کو پیشِ نظر رکھئے اور پہلے ایک سوال کا جواب آپ خود اپنے طور پر دینے کی کوشش کیجئے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اجتماعی جدوجہد ہے، وہ کیا ہے! میرا یہ سوال بہت اہم ہے، اس کو نوٹ کیجئے کہ میں نے اجتماعی جدوجہد کو کیوں خاص طور پر Qualify کیا ہے؟ —

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کام خالص انفرادی ہیں اور وہ ایسے بھی ہیں کہ ہم ان کا اتباع نہیں کر سکتے — مثلاً نبی اکرمؐ صومِ وصال رکھتے تھے۔ لیکن ہمیں منع کیا گیا۔ حضورؐ بغیر افطار کے ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ رکھا ہے۔ لیکن امّت کو روک دیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا بھی کہ آپؐ ہم کو کیوں منع فرماتے ہیں! — جواب میں ارشاد ہوا: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ — "تم میں سے کون ہے جو مجھ جیسا ہو!" اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ — "میں اپنے ربّ کے پاس رات بسر کرتا ہوں" — وَھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ — "وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے"۔ معلوم ہوا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہو سکتے ہیں۔ جن کے لئے ہم اتباع کے مکلّف نہیں ہیں۔ وہ خصوصیات ہیں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھتا ہوں — ہم کیسے کریں گے! اس اعتبار سے اوّلیت جس "اُسوہ" کو حاصل ہے، وہ اُسوہ آپ کی اجتماعی زندگی کا نقشہ ہے — اس کا ہر ہر قدم واجب الاتّباع ہے — اسی اتباع کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ — اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ذرا اپنے ذہن میں یہ سوال لائیے کہ نبی اکرمؐ کی جو اجتماعی جدوجہد ہے، وہ کس نوعیت کے کام سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے! مثلاً ایک نوعیت ہوتی ہے رفاہ عامہ

© rasailojaraid

کے کاموں کی ۔ لوگ یہ کام کرتے ہیں ۔ پھر خدمتِ خلق کے بے شمار میدان ہیں، جن کے لئے انجمنیں بنتی ہیں، ادارے وجود میں آتے ہیں ۔ دوسرے کچھ ہوتے ہیں محدود پیمانے کے تبلیغی کام ۔ دنیا میں بے شمار مشنریز (MISSIONARIES) ہیں جو تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں ۔ یہودیوں کی تبلیغ ہے، عیسائیوں کی تبلیغ ہے ۔ بدھ مت کے بھکشو ہیں جو تبلیغ کرتے ہیں ۔ آریہ سماجی ہیں جو یہ کام کرتے ہیں ۔ یہ بھی ایک اجتماعی نوعیت کا کام ہے ۔ یہ وہ تبلیغ ہے جس میں تلوار کبھی ہاتھ میں نظر نہیں آئے گی ۔ اس تبلیغ کا معاملہ کبھی جہاد و قتال تک نہیں پہنچے گا ۔ یہ ساری عمر تبلیغ ہی رہے گی اور نسلاً بعد نسلٍ یہ سلسلہ چلتا رہے گا ۔ ذہن میں تیسرا خانہ بنایئے تعلیمی اور تحقیقی کام کا ۔ اس کے لئے بھی انجمنیں بنتی ہیں اور ادارے تشکیل پاتے ہیں ۔ تعلیم کو عام کرنے کی عملی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں ۔ مکتب، اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہوتی ہیں ۔ ریسرچ کے لئے ادارے اور فاؤنڈیشن قائم ہوتے ہیں جن کے تحت یہ کام ہوتا ہے ۔ کسی خاص فکر کو پھیلانے اور PROMOTE کرنے کے لئے اکیڈمیاں بنتی ہیں جیسے اقبال اکیڈمی جو ڈاکٹر اقبال مرحوم کے فکر کو پھیلانے کے کام میں مصروف ہے ۔ سقراط نے بھی ایک اکیڈمی بنائی تھی ۔ جس میں وہ اپنے فکر کے مطابق کچھ ذہین لوگوں کو تیار کرتا تھا ۔ چوتھا کام سیاسی نوعیت کا ہوتا ہے ۔ اس کے لئے بھی جماعتیں، جمعیتیں اور پارٹیاں بنتی ہیں تحریکیں اٹھتی ہیں، سیاسی میدان میں کام ہوتا ہے الیکشن ہوتے ہیں ۔ اس سیاسی کام کی اصل نوعیت عموماً کیا ہوتی ہے؟ ذرا اس پر غور کر لیجئے ۔ اس کی اصل نوعیت یہ ہوتی ہے کہ جس جگہ جو نظام قائم ہوتا ہے اصولی اعتبار سے اُس سے اختلاف نہیں ہوتا ۔ ہوتا صرف یہ ہے کہ تفصیلات میں انتظامی اعتبارات سے ایک جماعت کا منشور (MANIFESTO) اور ہے اور دوسری جماعت کا کچھ اور ہے ۔ مثلاً امریکہ

© rasailojaraid.com

میں ڈیموکریٹس اور ری پبلیکن پارٹیاں ہیں اور انگلینڈ میں، لیبر پارٹی، کنزرویٹو پارٹی ہے۔ تو امریکہ یا انگلستان میں جو بنیادی دستور اور نظام رائج ہے یعنی جمہوریت کا نظام تو وہ سب پارٹیوں کے نزدیک متفق علیہ ہوتا ہے۔ لیکن تفصیلات میں جا کر چند پالیسیوں کے بارے میں اختلافات ہوتے ہیں اور اس ضمن میں پارٹیوں کے منشور میں اختلافات ہوتے ہیں۔ ہر پارٹی اس اعلان کے ساتھ الیکشن کے میدان میں اترتی ہے کہ ہمیں ووٹ زیادہ ملیں گے اور اقتدار ہمارے ہاتھ میں آجائے گا تو ہم یہ اور یہ کام کریں گے یہ اور یہ اصلاحات نافذ کریں گے جس سے ملک اور عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ اللہ اللہ خیر صلا — یہ ہوتی ہے سیاسی کام کی حقیقی نوعیت — ویسے یہ فہرست طویل ہو سکتی ہے لیکن چونکہ میرے پاس وقت کم ہے اس لئے آپ ان چار انواع کے کاموں کو ذہن میں بٹھا کر اب پانچویں نوعیت کے کام پر غور کیجئے اور وہ ہے انقلابی کام — انقلاب کیا ہوتا ہے کہ کسی جگہ پر جو نظام قائم ہے، اس کو جڑ سے اکھیڑنا ہے، بنیادی تبدیلی لانی ہے اور پورے نقشے کو بدلنا ہے۔ ؎

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند
تو می دانی اوّل آں بنیاد را ویراں کنند

یہ انقلابی کام اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ رائج الوقت نظام کو جڑ اور بنیاد سے اکھیڑ کر اس کی جگہ دوسرا نظام نہ لایا جائے۔ اب ان پانچ انواع کے کاموں کو ذہن میں بٹھا لیجئے۔ نمبر ایک، رفاہی کام — نمبر ۲، تبلیغی کام — نمبر ۳ تعلیمی علمی اور تحقیقی کام — نمبر ۴، سیاسی کام — اور نمبر ۵، انقلابی کام — ہر ایک کے اپنے تقاضے اور اپنی CONNOTATION ہیں۔ ہر ایک کا نقشہ جدا بنے گا۔ ہر ایک کے لوازم جُدا ہوں گے۔ اب آپ میرے اس سوال کا جواب دیجئے کہ:

بنی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ان پانچ کاموں میں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

سے کس سے مشابہت رکھتا ہے ۔؟

کیا اس میں کوئی شک ہے کہ وہ انقلابی کام ہے ۔؟ نظام کی تبدیلی اور وہ بھی جزوی نہیں بلکہ پورے نظام کی تبدیلی ـــــ فکر و نظر سے لے کر عمل و کردار تک کی تبدیلی ـــــ الغرض پورے نظام حیات کی تبدیلی ـــــ وہ صرف تبلیغی کام نہیں تھا ۔ صرف علمی کام نہیں تھا ۔ صرف سیاسی کام نہیں تھا ۔ صرف رفاہی کام نہیں تھا ۔ بلکہ اجتماعی پیمانے پر رفاہی کام تو ہمیں نظر ہی نہیں آتے ـــــ تو نبی اکرمؐ کی زندگی میں اجرائے وحی سے قبل بالکل انفرادی سطح پر خدمتِ خلق اور رفاہی کام اپنے پورے عروج پر نظر آتا ہے ۔ لیکن نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد حضورؐ کی پوری زندگی ایک انقلابی جدوجہد کا نقشہ پیش کرتی ہے ۔ جزوی نہیں بلکہ مکمل انقلابی جدوجہد ۔ گویا کہ ع نظامِ کہنہ کے پاسبانو ! یہ معرضِ انقلاب میں ہے ۔

میں نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر متعدد تقاریر کی ہیں، جن میں اس انقلابی جدوجہد کے نقشے کو اپنی امکانی حد تک بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس موقع پر میں چاہوں گا کہ اختصار کے ساتھ اس جدوجہد کے اہم خصائص اور اصول و مبادی آپ کے سامنے اس طرح پیش کر دوں کہ آپ ان کو ترتیب وار اور نمبروار اپنے ذہن نشین کر لیں ۔

اس انقلابی جدوجہد کے ضمن میں آپ کو سیرت مطہرہ میں جو سب سے اوّل اور نمایاں چیز نظر آئے گی، وہ یہ ہے کہ یہ ساری جدوجہد خالص انسانی سطح (HUMAN LEVEL) پر کی گئی ہے ۔ کسی بھی انقلاب میں جو مراحل آتے ہیں، وہ سب کے سب انقلاب محمدیؐ میں آتے ۔ گویا اس اعتبار سے اس انقلاب اور دوسرے انقلابات میں کوئی فرق نہیں ـــــ اس بات کی وضاحت کیلئے میں عرض کروں گا کہ ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر اس اصول پر اپنی توجہات کو مرتکز فرمائیے کہ ہر انقلابی دعوت کو تین مراحل سے لازماً سابقہ پیش آتا ہے :

© rasailojaraid.com

پہلا مرحلہ ہے "دعوت و تربیت" ۔ خالص دینی اصطلاحات کے اعتبار سے یہ بات اس طرح کہی جائے گی کہ دعوتِ ایمان اور تزکیہ: لوگوں کو اللہ کی آیات سنانا اور قبول کرنے والوں کا تزکیہ کرنا۔ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ (البقرہ) — عام دنیوی لحاظ سے اس کی تشریح یوں ہوگی کہ کوئی فکر ہوگا، کوئی نظریہ ہوگا، کوئی فلسفہ ہوگا اور کوئی نقطۂ نظر ہوگا، اس کو پہلے پھیلایا جائے گا۔ جو اس دعوت کو قبول کریں گے تو اس **دعوت** کے اعتبار سے پھر ان کی تربیت کی جائے گی۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

پختہ ہوئے بغیر کام نہیں چلے گا۔ البتہ تربیت دعوت کے لحاظ سے ہو گی۔ جو لوگ کمیونزم کے نظریے کو قبول کرتے ہیں اُنکی تربیت کے لئے کوئی اور نظام ہوگا۔ اس میں یہ نہیں ہوگا کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ ادا کرو حج کرو۔ اپنے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات کو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات و احکام کے تابع رکھو راست روی اور راست بازی کو اپنا شیوہ و شعار بناؤ۔ نہ اس میں یہ ہوگا کہ اپنی تسکین کا سامان کر لو۔ جاؤ عیش کرو۔ شادی کا کیا سوال ہے۔ اس کے بغیر بھی SEXUAL ضرورت کو کامریڈ مرد اور کامریڈ عورتیں مل جل کر پوری کریں۔ انکی تربیت میں طبقاتی نفرت و عداوت پیدا کی جائے گی۔ مزدور اور سرمایہ دار کا امتیاز اجاگر کر کے ان کو آپس میں لڑانے کی سبیل اور طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ ان کو تخریب کاری کی TRAINING دی جائے گی۔ تربیت کا نظام ہر انقلابی دعوت میں ہوتا ہے لیکن اس کے PREMISES یعنی اسکے صغریٰ کبریٰ اور متعلقات جدا ہوتے ہیں۔ اور وہ اس نقطۂ نظر کے مطابق ہوتے ہیں کہ اصل کام کیا کرنا ہے۔ کون سا انقلاب لانا پیش نظر ہے۔ سوشلسٹ انقلاب برپا کرنا ہے تو اس کی تربیت کی نوعیت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

وہ ہوگی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا - اسلامی انقلاب لانا ہے تو اسکی تربیت دوسرے انقلاب کی تربیت کے معاملے سے بالکل جداگانہ نوعیت کی ہوگی - اسمیں اللہ پر توحید کے التزام اور شرک کے اجتناب کے ساتھ ایمان لانا ہوگا - اس میں یوم آخرت پر اسکی کل جزئیات کے ساتھ ایمان لانا ہوگا - اس میں نبوت و رسالت پر اطاعت و محبت کلی کے ساتھ ایمان لانا ہوگا - بہرحال ان دونوں الفاظ کو ایک جوڑے کی حیثیت سے BRACKET کر لیجئے - دعوت اور تربیت - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ دونوں کام کئے اور بھرپور طریقے پر کئے -

دوسرا مرحلہ ہے "تنظیم" اور اسی کے ساتھ جڑا ہوا لفظ ہے "ہجرت" ہے - آپس میں جڑو اور دوسروں سے کٹو - اسی لئے میں نے تنظیم اور ہجرت کو BRACKET کیا ہے - اگر کسی سے کٹو گے تو کسی سے جڑو گے بھی - جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑو گے تو ظاہر ہے کہ اپنے گھر والوں سے کٹو گے - سیدھی سادھی بات ہے - اس میں کوئی الجھاؤ نہیں ہے - یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں رشتے ساتھ چل سکیں - یہاں CREDIT ہوگا تو DEBIT بھی ہوگا - اکاؤنٹنٹ کا یہ جدید نظام اس بات کو واضح کرنے کے لئے بڑی عمدہ مثال ہے - یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی سے کٹنے کو تیار نہیں تو پھر کسی اور سے جڑ بھی نہیں سکتے - لہذا آپ ان دو الفاظ "تنظیم اور ہجرت" کو اپنے ذہن میں یکجا یعنی BRACKET کر لیجئے -

تیسرا مرحلہ ہے - جہاد اور قتال - جہاد کو میں یہاں PASSIVE RESISTANCE کے معنی میں لے رہا ہوں - جدوجہد ہے - دعوت و تبلیغ ہے - مشرکانہ عقائد پر تنقید ہے - مذمومہ اخلاق پر نکیر ہے اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے - اس کے ردعمل میں مشرکین کی طرف سے جور و ستم ہے، ایذا رسانی ہے - تشدد ہے - مصائب ہیں، لیکن ابھی ہاتھ نہیں اٹھ رہا - حکم ہے کہ ماریں کھاؤ مگر مدافعت میں بھی اپنا ہاتھ نہ اٹھاؤ - تمہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا

© rasailojaraid.com

دیا جائے، برداشت کرو اور جھیلو ــــ تمہیں تپتی ہوئی زمین پر اس حال میں لٹا دیا جائے کہ اوپر سے مکہ جیسے گرم علاقے کا سورج آگ برسا رہا ہو اور پھر تمہارے سینے پر پتھر کی سِل رکھ دی جائے ـ تمہاری ٹانگوں میں رسی باندھ کر کھینچا جائے ـ تو بھی جھیلو اور برداشت کرو RETALIATE نہیں کر سکتے ـ میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ ایسے حالات میں اگر آدمی DESPERATE ہو جائے تو ایک آدمی دس کو مار کر مرے گا ـ لیکن نہیں ــ کیا حضرت یاسرؓ کسی کو نہ مار سکتے تھے جب ان کی نگاہوں کے سامنے ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سمیہؓ کے ابوجہل نے بری طرح برچھی ماری کہ پشت کے پار ہو گئی! پھر وہ خود یعنی حضرت یاسرؓ کس طرح مظلومانہ اور بہیمانہ طور پر شہید ہو گئے ـ لیکن اُف تک نہ کی ـ چونکہ ایمان لانے کی وجہ سے اس خاندان پر تو ظلم و ستم کے پہاڑ بہت پہلے سے توڑے جا رہے تھے اور جب کبھی ایسے مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا تو آپؐ فرماتے: اِصْبِرُوْا اٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ ـ "اے آلِ یاسرؓ کے گھر والو! صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے"۔ شہادت کی خوشخبری پیشگی دیدی گئی تھی ــ خبابؓ ابن ارت کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا ـ اوپر نگرانی کے لئے آدمی کھڑا ہوا ہے ـ حکم ہے جھیلو ـ پیٹھ کی چربی پگھلتی ہے اور آگ سرد پڑ جاتی ہے ـ پھر خود ذاتِ مقدسؐ پر کیا کچھ ستم روا نہیں رکھا گیا ـ آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں جس سے آپ کے پاؤں مقدس زخمی ہو جاتے ہیں ـ یہ کام رات کے اندھیرے میں کیا جاتا ہے چونکہ آپ علی الصبح تاروں کی چھاؤں میں نماز کے لئے باہر نکلا کرتے تھے ـ آپؐ کے مکان میں گندگی پھینکنے کو معمول بنا لیا جاتا ہے اور یہ دونوں کام کرنیوالے کون ہوتے ہیں! ــ آپؐ کے پڑوسی اور رشتے میں آپ کے سگے چچا اور چچی یعنی ابولہب اور اس کی بیوی امِ جمیل ــ چادر گردن میں ڈال کر اُسے اس طرح بل دیا جاتا ہے کہ مقدس آنکھیں اُبل پڑتی ہیں ــ سجدے کی حالت میں

© rasailojaraid.com

رحمۃ للعالمین کے مقدس کاندھوں پر اونٹ کی نجاست بھری اوجھڑی رکھ دی جاتی ہے۔ تمسخر، استہزاء طعن و تشنیع اور فقرے چست کرنا روز کا معمول بن جاتا ہے۔ قلب مبارک پر جو بیتی ہوگی، وہ بیتی ہوگی، مومنین صادقین کے دلوں پر کیا گزرتا ہوگا کہ ان کے پیارے اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مصائب ڈھائے اور ستم توڑے جارہے ہیں مگر وہ ہاتھ نہیں اٹھاسکتے۔ چونکہ جہاں آپؐ کو حکم تھا کہ جھیلو، برداشت کرو، صبر کرو۔ وہاں آپؐ کی وساطت سے یہی حکم تمام اہل ایمان کے لئے بھی تھا۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ :

اس سے اگلا مرحلہ قتال کا ہے۔ جب دعوت منظم ہوجاتی ہے اور یثرب کو دارالہجرۃ بننے کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ مدینۃ النبی بن جاتا ہے اور مسلمان بالفعل ہجرت یعنی ترک وطن کرکے وہاں جمع ہوجاتے ہیں تو ایک مہیا ہوجاتی ہے اور ایک چھوٹی سی شہری اسلامی ریاست قائم ہوجاتی ہے اس موقع پر قتال کا مرحلہ آتا ہے چنانچہ سورۃ الحج میں قتال کی اجازت مل جاتی ہے: أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ط وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ” ہاتھ کھول دیئے گئے اب تمہیں بھی اجازت ہے پتھر کا جواب اینٹ سے دو۔ اس لئے کہ تم پر ظلم ہوا ہے اور اللہ تمہارا مددگار اور پشت پناہ ہے“۔ سورۃ النساء میں الفاظ آئے ہیں۔ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ ۔ نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جب ان سے کہا گیا تھا کہ ہاتھ بندھے رکھو تو کہتے تھے کہ حضورؐ ہمیں بھی اجازت ہونی چاہئے، ہم بھی لڑیں ہم یہ کردیں گے وہ کردیں گے۔ اب جب کہ لڑائی کا حکم آگیا تو لڑائی ان لوگوں کو بڑی ادکھی معلوم ہوتی ہے۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ج ” جب ان پر قتال فرض کردیا گیا تو ان

© rasailojaraid.com

ہیں ایک فریق ایسا بھی ہے کہ جس کا دل ڈول رہا ہے اور وہ انسانوں سے اس طرح ڈر رہا ہے کہ جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ ڈر رہا ہے۔"

کسی انقلابی دعوت کے یہ تین مراحل ہوتے ہیں — مرحلے تین ہیں، لیکن انسانی تحریک نہیں گویا ہر مرحلے کے دو پہلو ہوتے ہیں — پہلا مرحلہ ہے، **دعوت و تربیت** — دوسرا مرحلہ ہے **تنظیم و ہجرت** اور تیسرا اور آخری مرحلہ ہے۔ **جہاد و قتال** — ان مراحل سے گزرے بغیر دنیا میں کبھی کوئی انقلاب نہیں آیا ہے — عیسائی طرز کی تبلیغ ہو سکتی ہے — تبلیغ کا کام آپ بھی کیجئے کرتے چلے جائیے — اس سے اگلا مرحلہ نہیں آئے گا — وہی کام نسلاً بعد نسلٍ ہوتا رہے گا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اگر آپ دیکھیں گے تو وہ نہ رفاہی کام ہے نہ تبلیغی کام — نہ تعلیمی و علمی کام — یہ سارے کام اس انقلابی کام میں جزو کی حیثیت سے تو شامل ہیں، لیکن کُل کام خالصتاً کسی انقلابی کام کے مشابہ ہے — پھر یہ انقلابی جدوجہد مکمل اور بھرپور انقلابی جدوجہد ہے۔ نیز یہ کہ یہ پوری انسانی جدوجہد انسانی سطح HUMAN LEVEL پر ہوئی ہے۔

؎ اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار

تین سال کی قیدِ شعبِ بنی ہاشم ہے — جس میں ایسا وقت بھی آیا ہے کہ کھانے کو کچھ نہیں تھا — گھاٹی کی جھاڑیوں کے پتے سب کے سب کھا لئے گئے تھے اور بھوک اور پیاس کے مارے بنی ہاشم کے بچوں کی زبانیں خشک ہو گئی تھیں، جن کو تر رکھنے کے لئے سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر ان کے حلق میں بوندیں ٹپکائی جاتی تھیں — بنی ہاشم کا پورا قبیلہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی اس گھاٹی میں قید کر دیا گیا تھا — اور وہ "رسوا سرِ بازارے آں شوخ ستمگارے" کا نقشہ دیکھنا ہو تو وہ یوم طائف دیکھ لیجئے کہ یہاں ایک دن میں وہ کچھ بیت گیا جو مکہ میں دس سال میں نہیں بیتا تھا — طائف کے سرداروں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

نے دعوتِ حق اور دعوتِ توحید کو حقارت اور استہزاء کے انداز میں ٹھکرا دیا اور آپؐ سے جو کچھ انہوں نے کہا اُس کو سننے کے لئے بھی بڑے جگرے کی ضرورت ہے۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ ایک سردار نے کہا کہ "اللہ کو تم جیسے مفلس و قلاش کے سوا رسول بنانے کے لئے کوئی اور نہیں ملا اس طرح تو وہ گویا خود کعبے کے غلاف کو چاک کر رہا ہے" ایک سردار نے کہا کہ "میں تم سے بات کرنے کا بھی روادار نہیں اس لئے کہ اگر تم سچے ہو اور واقعتاً رسول ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں کہیں توہین کا مرتکب ہو جاؤں اور عذابِ الٰہی کا نوالہ بن جاؤں اور اگر تم جھوٹے ہو تو کسی جھوٹے سے کلام کرنا میری شان کے خلاف ہے"۔ ایسے ہی اور مت ان سرداروں میں سے ہر ایک نے کہے ۔۔ پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب نبی اکرمؐ بظاہر احوال مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو کچھ غنڈوں کو اشارہ کر دیا۔ اوباش لوگ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے پھر وہ نقشہ جما ہے کہ جس پر آسمان و زمین لرز گئے ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔ ان اوباشوں نے محبوبِ رب العالمین سیدِ الاولین والآخرین پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ ٹخنوں ناک کر ٹخنے کی ہڈیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ تالیاں پیٹی جا رہی ہیں۔ حضورؐ کا جسدِ اطہر لہولہان ہو گیا ہے۔ نعلین شریف خون سے بھر گئی ہیں اور پیر جم گئے ہیں۔ ایک موقع پر آپؐ ضعف کے مارے ذرا بیٹھ گئے ہیں تو دو غنڈے آگے بڑھتے ہیں اور بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو کھڑا کر دیتے ہیں کہ چلو ۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذاتی اعتبار سے ابتلا اور امتحان کا یہ نقطۂ عروج (CLIMAX) ہے۔ شہر سے باہر آ کر آپؐ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر تشریف رکھتے ہیں اور اس موقع پر وہ دُعا آپ کی زبانِ مبارک سے نکلتی ہی ہے کہ جس کو پڑھتے، سنتے اور سناتے وقت کلیجہ شق ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

"اے اللہ! کہاں جاؤں، کہاں فریاد کروں، تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں، اپنی قوت کی کمی اور اپنے وسائل و ذرائع کی کمی کی — اور لوگوں میں جو رسوائی ہو رہی ہے، اس کی"

اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ اِلٰی بَعِیْدٍ یَّتَجَهَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَّلَّکْتَهٗ اَمْرِیْ؟

"اے اللہ! تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا تو نے میرا معاملہ دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے کہ وہ جو چاہیں میرے ساتھ کر گزریں؟"

اِنْ لَّمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِیْ —

"پروردگار! اگر تیری رضا یہی ہے اور اگر تو ناراض نہیں ہے تو پھر میں بھی راضی ہوں، مجھے اس تشدد کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ

"اے رب! میں تیرے رُوئے انور کی ضیاء کی پناہ میں آتا ہوں جس سے ظلمات بھی منور ہو جاتے ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوم اُحد کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ "یارسولؐ اللہ! کیا اس سے زیادہ سخت دن بھی آپؐ کی زندگی میں آیا ہے؟ اور آپؐ نے جواب میں فرمایا تھا "نَعَمْ — ہاں یوم طائف میری زندگی کا سب سے زیادہ سخت دن تھا" یہ تمام مصائب و مشکلات کے ادوار نبی اکرمؐ پر آئے اور صحابہ کرامؓ پر بھی — اس میں ایک نکتے کی بات ہے، اس پر غور کیجئے وہ یہ کہ ہمارا صغریٰ کبریٰ یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدِ وُلدِ آدم اور محبوب ربّ العٰلمین ہیں — جو اس بات میں شک کرے کافر — پھر یہ کہ اللہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے جو شک کرے وہ کافر — ان دونوں کو جوڑیئے — کیا اللہ اس امر پر قادر نہ تھا کہ انقلاب بھی آ جاتا اور محمدؐ کے پاؤں میں

© rasailojaraid.com

کانٹا بھی نہ چبھتا۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ہوا نہیں ـــ کیوں نہیں ہوا؟ سوچئے کیوں نہیں ہوا؟ خدا کے لئے مجھے اس کا جواب دیجئے کہ ایسا کیوں نہیں ہوا ـــ ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو مجھ پر اور آپ پر حجّت قائم نہ ہوتی ۔

انقلاب صرف عرب میں لانا مقصود نہیں تھا ۔ اسے پوری دنیا میں لانا تھا اور وہ انسانوں کے ہاتھوں آنا تھا۔ معجزے تو رسولوں کے لئے ہیں ۔ عام انسانوں کے لئے تو نہیں ہیں ۔ آگے جو کام کرنا تھا، اس کے لئے اُسوہ کیسے بنتا اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہوتی ۔

اس لفظ اُسوہ کو یہاں سمجھئے ۔ اللہ کر سکتا تھا ۔ اس نے نہیں کیا ۔ اس کا حکم تو یہی تھا کہ "اے محمدؐ جھیلو، برداشت کرو" ـــ اللہ کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اس لئے صرف بطور تفہیم بہت ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں کہ اگر ہم اپنے احساسات پر قیاس کریں تو کیا بیتی ہوگی اللہ پر! جب طائف میں اس کا محبوب پتھروں کی زد میں تھا ۔ جب تالیاں پٹ رہی تھیں ـــ لیکن اس کا فیصلہ یہی تھا کہ اے محمدؐ صبر کرو، جھیلو، برداشت کرو ـــ وہی بات جو آنجنابؐ اپنے صحابہؓ سے کہہ رہے ہیں ۔ جیسا کہ میں آل یاسرؓ پر ظلم و ستم کے واقعے کے دوران آپ کو سنا چکا ہوں اسی طرح مکی دور میں مختلف مصائب و شدائد اور ایذا رسانی، جور و تعدی، طنز و استہزاء کے مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وحی الٰہی کے ذریعے یہ ہدایات مل رہی ہیں کہ : وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ ـــ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ؕ ـــ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ؕ ـــ مختلف اسالیب سے صبر کی ہدایت اور تلقین ـــ فَاصْبِرْ

© rasailojaraid.com

كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ط " جیسے ہمارے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے ویسے آپ بھی صبر کیجئے" ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ " صبر کیجئے اور آپ کا سہارا بس اللہ ہی ہے ۔" یعنی صبر کے لئے بھی کوئی سہارا چاہیئے تو آپ کا سہارا ہم خود ہیں ۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ط ۔ " پس صبر کیجئے اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے کہیں مچھلی والے کی طرح جلدی نہ کر لیجئے گا" ۔ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ط ۔ " اور صبر کیجئے اللہ محسنین یعنی خوب کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ۔" یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس کو جانیے اور سمجھئے، یہ اس لئے ہے کہ جناب محمدؐ کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اُسوہ بننا تھا ۔ یہ سب کچھ نہ ہوتا تو آپؐ کی ذات گرامی ہمارے لئے اُسوہ کیسے بنتی! ۔ یہ مجھ پر حجت ہے ۔ آپ پر حجت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا، وہ خالص انسانی سطح پر کیا ہے، سارے دکھ اُٹھا کر کیا ہے ۔ فاقے جھیل کر کیا ہے ۔ پتھراؤ برداشت کر کے کیا ہے ۔ قید و بند کی تکالیف اٹھا کر کیا ہے، اپنے دندان مبارک شہید کرا کے کیا ہے ۔ اپنے عزیزوں اور جاں نثاروں کے لاشے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کیا ہے ۔ پیٹ پر ایک نہیں دو پتھر باندھ کر کیا ہے ۔ یہ سارے مصائب جھیلے ہیں، تب انقلاب برپا ہوا ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تکالیف برداشت کیں، جب ہی یہ سب ہمارے لئے اُسوہ اور قابل اتباع سُنّت بنا ۔ لہٰذا غور کیجئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا سب سے زیادہ نمایاں اُسوہ کیا ہوا؟ یہ ساری گفتگو لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے تحت ہو رہی ہے ۔ یہ دو اُسوے تو ہوئے مجموعی اُسوے ۔ یعنی بحیثیت مجموعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد خالصتاً انقلابی جدوجہد کے مشابہ ہے ۔ یہ پہلا اُسوہ ہے دوسرا اُسوہ یہ ہے کہ:

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

یہ ساری جدوجہد انسانی سطح (HUMAN LEVEL) پر، قدم تقدم مصائب و تکالیف، جور و تعدی اور ظلم و ستم جھیل کر ہوئی ہے۔

اس موقع پر مبادا کوئی اشکال پیدا ہو جائے یا مغالطہ لاحق ہو جائے لہٰذا عرض کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید آئی ہے۔ لیکن اس نصرت و تائید کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

نصرت و تائید کب آتی ہے جب مومنین صادقین جو کچھ کر سکتے تھے وہ سب کر گزرے۔ اس سے پہلے نصرت الٰہی نہیں آیا کرتی۔ اس نصرت کی لازمی شرط تو یہ ہے کہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (سورۃ محمد) اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ غزوہ بدر کے موقع پر جنگ سے ایک رات قبل نبی اکرمؐ نے دعا مانگی تھی کہ "اے اللہ! میں نے پندرہ برس کی کمائی لاکر میدان میں ڈال دی ہے۔ اگر یہ شہید ہو گئے تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا، اس لئے کہ میں آخری رسول ہوں اور میری پندرہ برس کی کمائی یہ ہے جو دین کی سربلندی کے لئے میں نے میدان میں لا ڈالی ہے۔" چنانچہ بدر کے معرکے میں اللہ کی نصرت آئی اور ۳۱۳ بے سروسامان مومنین صادقین کے ہاتھوں کیل کانٹے سے لیس ایک ہزار لشکر کو شکست نصیب ہوئی۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ بچ بچ کر اور تحفظ کا خیال رکھ رکھ کر اور اپنی جیبوں کو سکیڑ سکیڑ کر رکھنے کے ساتھ ہم یہ اُمید رکھیں کہ اللہ کی تائید و نصرت ہمیں حاصل ہو جائے تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اپنے حلوے مانڈے میں ہم کوئی کمی کرنے کے لئے آمادہ نہیں، کاروبار میں سود شامل

© rasailojaraid.com

ہے تو اس کو چھوڑنے کے لئے ہم تیار نہیں، کیونکہ اس طرح تو ہمارا جماعتی اور سیکرٹ جائے گا۔ دین کے لئے وقت لگائیں تو پھر ہمارا یہ CADRE اور STATUS کیسے برقرار رہے گا؛ ستر و حجاب کے احکام کی ہمیں پیروی کرنا ہے بھی دقعت نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ہم تو بیچ بچ کر آرام سے گھروں میں بیٹھے رہیں اور یہ چاہیں کہ اللہ اپنی نصرت و تائید لئے ہمارے پیچھے پیچھے آئے کہ لیجئے میری نصرت و تائید قبول فرما لیجئے، تو یہ ہونے والی بات نہیں ہے۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں است

یہ کبھی نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ نہیں ہوا تو ہمارے سر پر کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہو جائے گا؟ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہوتا تو نبی اکرمؐ کے ساتھ ہوتا۔ اس معاملے میں استثناء (EXCEPTION) اگر ہوتا تو اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ آپؐ ہی ہو سکتے تھے۔

نصرت و تائید کی بات چل رہی تھی تو آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ یوم طائف کے موقع پر نبی اکرمؐ نے جو دعا کی تھی جس کے بارے میں یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ: ع

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ فوراً ملک الجبال حاضر ہوتا ہے، وہ فرشتہ جو پہاڑوں کی دیکھ بھال کے لئے مامور ہے اور عرض کرتا ہے کہ "حضورؐ! اللہ نے مجھے آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اگر آپ حکم دیں تو میں ان پہاڑوں کو ٹکرا دوں جن کے مابین وادی میں طائف کا شہر واقع ہے تاکہ اس کے رہنے والے پس کر سرمہ بن جائیں"۔ اس پر رحمۃ للعالمین ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں لوگوں کے عذاب کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اگرچہ یہ لوگ مجھ پر ایمان نہیں لاتے لیکن کیا عجب! ان کی آئندہ نسلوں کو اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرمائے"۔ دیکھ لیجئے کہ جس موقع پر غیبی نصرت

© rasailojaraid.com

بھیجی گئی وہ کون سا موقع تھا - یہ وہ موقع تھا کہ جس سے زیادہ سخت دن خود حضورؐ کے بقول آپؐ کی زندگی میں کوئی اور نہیں گزرا — اس سے پہلے بھی خفی غیبی امداد و نصرت ہوئی ہے - لیکن نصرت الٰہی کا اصل ظہور ہوتا ہے یوم طائف کے بعد — فوری طور پر تو ملک الجبال کی حاضری ہے - لیکن اب ٹھنڈی ہوائیں یثرب کی طرف سے آنے لگیں - آپؐ تو مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے لیکن نصرت و حکمت الٰہی نے مدینہ منورہ کی طرف کی کھڑکی کھول دی — یوم طائف کے سلسلہ میں مولانا مناظر الاحسن گیلانی مرحوم نے اپنی کتاب "النبی الخاتم" میں بہت ہی عمدہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ "یوم طائف نبی اکرمؐ کی زندگی کا Turning Point تھا - اس دن تک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ کو دشمن کے حوالے کیا ہوا تھا کہ جس طرح چاہو ہمارے رسولؐ کے صبر کا امتحان لے لو، جس طرح چاہو اُن کی استقامت کو جانچ پرکھ لو ہمارے رسولؐ کی سیرت و کردار کو خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لو — اس دن کے بعد نبی اکرمؐ کے لئے خصوصی نصرت اور تائید الٰہی کا ظہور شروع ہوتا ہے"

اب آیئے میں سیرت مطہرہ اور خاص طور سے اس اسوہ حسنہ کے اُن تین مراحل کے اعتبار سے بطور تجزیہ چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں - جن کا میں نے آغاز میں ذکر کیا تھا — اس کے بعد میں نے دو باتیں آپ کے سامنے بحیثیت مجموعی بیان کی ہیں ایک یہ کہ محض آرزو یا مرثیہ پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا — دین کا دل میں درد ہے تو کچھ کرو - ہمیں مرثیہ پڑھنا اور رونا بہت آتا ہے - لیکن اگر یہ رونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماعی اسوہ حسنہ کے ساتھ ہو تو یہ سونا ہے، اس کے مطابق عمل نہیں ہے تو یہ ٹسوے ہیں، جو عورتیں بہایا کرتی ہیں، جنکی دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے دوسرے یہ کہ عمل کے لئے اسوہ جزو ہے کل تک آنحضورؐ کو بناؤ — اب بطور تجزیہ ذرا ان تین اجزا کو لیجئے، جن کو میں نے دو دو لفظوں کے جوڑوں کے ساتھ تین مراحل

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کے عنوانات کے تحت آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔
سب سے پہلی بات یہ کہ "دعوت و تربیت" کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ یہ ہے کہ ان دونوں کاموں کا مرکز، مبنیٰ، مدار اور محور قرآن اور صرف قرآن رہا ہے۔ لوگوں کو ایمان کی دعوت دو قرآن کے ذریعے۔ تذکیر کرو قرآن کے ذریعے۔ انذار کرو قرآن کے ذریعے۔ تبشیر کرو قرآن کے ذریعے نصیحت اور موعظت کرو قرآن کے ذریعے۔ بحث و مباحثہ اور جدال و محاجہ کرو، اس قرآن کے ذریعے۔ تبلیغ کرو قرآن کی — دعوت کے لئے یہی الفاظ ہیں اور کون سے الفاظ آئیں گے۔ اب ذرا ان الفاظ کے مطابق وہ ہدایات الٰہی دیکھئے جو قرآن حکیم میں نازل ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وقت کی قلت کی وجہ سے مجھے چند آیات پیش کرنے پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (ق) "پس یاد دہانی کراؤ" تذکیر کرو بذریعہ قرآن ہر اس شخص کو جو میری پکڑ اور سزا سے ڈرتا ہو"۔ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام) "اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں بھی اس کے ذریعے تم کو خبردار کروں اور وہ بھی جن کو یہ (قرآن) پہنچے" — فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ؁ (مریم) "پس ہم نے اس کتاب کو (اے نبی) آپ کی زبان میں اس لئے سہل اور آسان بنایا کہ آپ اس کے ذریعے خدا ترسوں کو بشارت پہنچا دیں اور جھگڑالو قوم کو اس کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کر دیں" — اس آیت میں خاص بات نوٹ کرنے کی یہ ہے کہ تُبَشِّرَ کے ساتھ بھی بِهٖ، اور تُنْذِرَ کے ساتھ بھی بِهٖ، یعنی دونوں کام بشارت و انذار اسی کتاب — "قرآن" — کے ذریعے ہوں گے۔
ابھی اور دیکھئے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مِنْ رَّبِّكَ ط (المائدہ) "اے ہمارے رسول! پہنچائیے جو کچھ نازل کیا
گیا ہے آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی جانب سے" — تبلیغ کس کی؟ قرآن
کی - اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ .... (بنی اسرائیل)
"بے شک یہ قرآن اُس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے
اور بشارت دیتا ہے ان اہل ایمان کو جو نیک عمل کرتے ہیں ...."
— تبشیر دینے والا کون؟ قرآن — اس انذار اور تبشیر بالقرآن کا
ذکر سورہ کہف کے آغاز ہی میں بڑے مہتم بالشان انداز میں ہوا - فرمایا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ
لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○
"شکر کا سزاوار ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس
میں اُس نے کوئی کجی نہیں رکھی - بالکل سیدھی اور ہموار و استوار، تاکہ وہ اپنی
جانب سے جھٹلانے والوں کو ایک سخت عذاب سے آگاہ کر دے اور ایمان لانے
والوں کو، جو نیک عمل کر رہے ہیں، اس بات کی خوشخبری سنا دے کہ ان کیلئے
بہت اچھا اجر ہے" — سب سے بڑھکر یہ کہ دعوت والتزام توحید کے لئے
کفار سے جہاد اور کشمکش کے لئے بھی مؤثر ترین ہتھیار یہی قرآن مجید فرقانِ
حمید ہے چنانچہ سورۃ الفرقان کی آیت ۵۲ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
خطاب کر کے فرمایا گیا: فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○
"پس (اے نبیؐ)، آپ ان کافروں کی خواہشات کا بالکل کہا نہ کیجئے اور (دعوت
والتزام توحید کے لئے)، اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ جہاد (کشمکش)
کیجئے پورے جوش و جذبہ اور عزم و ثبات کے ساتھ جہاد" — اس آیت کریمہ
میں بِهٖ کی ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے -

© rasailojaraid.com

میں نے اب تک جو چند آیات آپ کو سنائیں، ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ:

دعوتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مرکز ومحور (AXIS) مبنیٰ ومدار صرف اور صرف قرآن ہے، انذار ہو یا تبشیر، تبلیغ ہو یا تذکیر، مباحثہ ہو یا مجادلہ، موعظہ ہو یا نصیحت - یہ تمام کام صرف قرآن مجید ہی کے ذریعے سرانجام دیتے جاتے گئے۔ ـــــ اور ان تمام کاموں کی انجام دہی کا جامع ترین عنوان ہوگا "جہادِ کبیر" ـــــ !!

'دعوت' کا لفظ" ہمارے دین کی جامع ترین اصطلاحات میں سے ایک اہم ترین اصطلاح ہے، جس کے لئے سورہ نحل کی اس آیت سے استشہاد کیا جا سکتا ہے، جس میں 'دعوت' کے ضمن میں یہ جامع و مانع ہدایت دی گئی کہ: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط" دعوت دو، بلاؤ، پکارو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور مباحثہ ومجادلہ کرو اس طور سے جو نہایت ہی عمدہ ہو"۔ یہ ہے اُسوہ جناب محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ـــ سیرتِ مطہرہ میں پڑھ لیجئے - کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل تقریر کی ہو یا خطاب فرمایا ہو - ! جہاں تشریف لے گئے تو یہی فرمایا کہ" میرے اوپر اللہ کی طرف سے ایک کلام نازل ہوا ہے اُسے سن لو" ـــ معلوم ہوا کہ فلاں وادی میں کوئی قافلہ آکر اترا ہے تو وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا تو یہ فرمایا کہ" لوگو! میرے پاس اللہ کا اتارا ہوا کلام ہے، وہ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں"۔ مجمعوں میں آپؐ قرآن پڑھا کرتے تھے - یہ تو ہمیں مصیبت ہے کہ قرآن کا ترجمہ کرو - اس کا مطالب اور مفہوم سمجھاؤ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

وہاں معاملہ یہ تھا کہ از دل خیزد بر دل ریزد — وہاں تو حال یہ تھا کہ نبی اکرمؐ کی زبان مبارک سے قرآن سُنا اور سعید رُوح کے قلب و ذہن اور رگ و پے میں سرایت کر گیا - قرآن اور محض قرآن سُن کر جو جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشرف بہ ایمان ہوتے، ان کے نام گنوانے لگوں تو بڑی طویل فہرست ہو جائے گی - عمر بن الخطاب کو عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بنایا کس نے؟ قرآن نے، ع دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را — یہ سُورہ طٰہٰ کی معجز نمائی تھی، جس نے عمرؓ کی زندگی میں اِنقلاب برپا کر دیا —

ابو ذر غفاریؓ کو جو ڈکیتی کا پیشہ رکھنے والے ایک قبیلے کے فرد تھے اس [illegible] نے بنا لیا ”رہزنان از حفظ او رہبر شدند“ جن کے متعلق نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ جس نے عیسیٰ علیہ السّلام کے زہد کو دیکھنا ہو تو میرے ساتھی ابو ذرؓ کو دیکھ لے“- قرآن نے —— لبیدؓ شعرائے سبعہ معلّقہ کے سلسلے کے آخری شاعر ہیں، ان کے ایک شعر پر سوقِ عکاظ میں تمام شعرائے وقت نے اِن کو سجدہ کیا تھا - وہ ایمان لے آئے - قرآن کے ذریعے - کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ اب شعر نہیں کہتے تو جواب مِلا کہ : اَبَعْدَ القرآن یعنی قرآن کے نزول کے بعد میری یہ مجال کہ میں شاعری کے میدان میں طبع آزمائی کروں — طفیلؓ دوسی یمن کے رہنے والے خود قادر الکلام شاعر - جب مکّہ آئے تو قریش کے بہکانے پر کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ مبادا کانوں میں کلام اللہ پڑ جائے - لیکن ایک دن خود ہی رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن سننے کی فرمائش کرتے ہیں اور جیسے ہی کچھ حصّہ سُنتے ہیں — بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا — بے شک یہ وحی الٰہی ہے — اور اسی وقت مسلمان ہو جاتے ہیں — الغرض اس کتاب کے طفیل جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے، جو اُمّی تھے ان پڑھ تھے وہ دُنیا کے لئے معلّم بن گئے - جو زانی و شرابی تھے - وہ عصمتوں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کے محافظ اور مکارمِ اخلاق کے علمبردار بن گئے ۔ یہ سب کچھ قرآن کی معجز نمائی تھی ۔ میری اصل گفتگو کا نتیجہ بھی یہ نکلا کہ :۔

گویا دعوت و انقلابِ نبویؐ کا اساسی منہج عمل پورا کا پورا قرآن مجید کے گرد گھومتا ہے ۔ یا سادہ الفاظ میں یوں کہہ لیا جائے کہ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا آلۂ انقلاب ہے قرآن حکیم !

اس بات کو مولانا حالی مرحوم نے تو نہایت سادہ اور سلیس الفاظ میں یوں بیان کیا کہ ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ۔۔۔ اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی ۔۔۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

اسی بات کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں سمو دیا کہ ؎

مصطفےٰ اندر حرا خلوت گزیں ۔۔۔ قوم و آئین و حکومت آفریں

پھر علامہ مرحوم نے حد درجہ پُر شکوہ الفاظ میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ :

گر تو خواہی مسلماں زیستن ۔۔۔ نیست ممکن جز بقرآں زیستن !
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم ۔۔۔ حکمتِ اُو لایزال است و قدیم
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ۔۔۔ ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں و ہم پیدا ست او ۔۔۔ زندہ و پائندہ و گویا ست او
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود ۔۔۔ جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود !

اب ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجئے ۔ اگر کوئی دعوت اس قرآن سے پرے پرے دی گئی ہو ۔۔ قرآن کو BY PASS کر کے دی گئی ہو ۔۔ قرآن کے بجائے کسی شخصیت کے لٹریچر کے بل پر چل رہی ہو ۔۔ کسی اور کی تصانیف پر چل رہی ہو، وطنیت و قومیت کے نام پر چل رہی ہو تو وہ اسوۂ رسولؐ سے ہٹی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہوئی ہے - اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہنا — اسوۂ رسول کیا ہوگا؟ وہ یہ ہوگا کہ دعوت و تبلیغ، انذار و تبشیر - تلقین و نصیحت ان سب کا مبنیٰ، مدار، مرکز و محور صرف اور صرف قرآن ہوگا — اسوۂ حسنہ کے ضمن میں تیسری بات یہ نوٹ کر لیجئے -

اب آئیے چوتھی بات کی طرف — وہ ہے **تربیت** — یہ معاملہ سب سے زیادہ تکلیف دہ معاملہ ہے - تزکیۂ نفس کے بارے میں تو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شاید اس کے لئے یہ قرآن تو مفید ہے ہی نہیں — یہ کتاب اللہ اس کام کے لئے موثر ہی نہیں ہے لہٰذا ذکر کے طریقے کچھ اور ایجاد کرنے پڑیں گے - تربیت کا کوئی دوسرا نظام بنانا پڑے گا - نبی اکرمؐ کا اسوہ تو اس کے لئے مکمل رہنمائی نہیں کر سکتا - اس کے لئے دلیل یہ دی گئی ہے کہ آنحضورؐ کی شخصیت کا جو اثر ہوتا تھا وہ اب ہمارے لئے ممکن نہیں ہے چونکہ آپؐ کا وجود قدسی ہمارے درمیان موجود نہیں لہٰذا اس کے لئے کچھ اور طریقے سوچنے اور اختیار کرتے ہوں گے - اس حلقے میں جو دیانت دار اور خدا ترس لوگ ہیں، وہ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ جو چیزیں اور طریقے ہمارے ہاں تربیت، تزکیہ اور سلوک کے رائج ہیں، وہ مسنون بہرحال نہیں ہیں، تصوف کے جتنے بھی دین سے قریب تر سلاسل ہیں، وہ سب اس بات کو مانتے ہیں — دیانت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اس کو تسلیم کریں - ہم کہاں سے دلیل لائیں گے کہ ضربیں لگانے کے طریقے کو مسنون ٹھہرا سکیں - یہ بات بہرحال نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ کسی تابعی سے — جو حضرات اس کے قائل ہیں وہ زیادہ سے زیادہ جو عذر و معذرت (PLEA) لاتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ان طریقوں کو انہوں نے اپنے تجربات میں مفید پایا ہے — ٹھیک ہے، مجھے اس سے انکار نہیں — ایسا ممکن ہے کہ یہ طریقے مفید ہوں - لیکن یہ مانیے اور اس کا اعلان بھی کیجئے کہ یہ طریقے مسنون نہیں ہیں - یہ طریقے اسوۂ محمدی

© rasailojaraid.com

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مطابقت نہیں رکھتے۔ کیا ایسے حضرات کا یہ خیال ہے کہ جناب محمدؐ نے تزکیہ نہیں کیا! صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن حکیم میں تین مقامات پر تلاوت کے بعد تزکیہ ہی کا ذکر آتا ہے۔ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ۔

اس تزکیہ کا ذریعہ کیا ہے؟ دعوت و تبلیغ کا مدار اور انذار و تبشیر کا مرکز و محور قرآن ہے اور تذکیر و نصیحت کا مبنیٰ بھی قرآن ہی ہے، اس بات کو تو آپ نے قرآن کی آیات ہی سے سمجھ لیا۔ اس کے سمجھنے کا معاملہ آسان ہے لیکن تزکیہ کا معاملہ تھوڑا سا باریک ہے۔ تزکیہ و تربیت کے لئے بھی آپکو ہر حال میں قرآن ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آیئے اس بات کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سورۂ یونس میں فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ "اے بنی نوع انسان! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظہ (بہترین نصیحت) آگئی ہے اور تمہارے سینوں (کے امراض) کے لئے شفاء بھی۔" پس یہ آیت اس امر پر نص ہے کہ دل کے تمام امراضِ دینیہ و اخلاقیہ کے لئے شفاء یہ قرآن مجید ہے۔ ذکر یہ قرآن ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر) جو ذکر اس کو BY PASS کرے گا۔ اس کے متعلق میں کم سے کم یہ کہونگا کہ وہ غیر مسنون طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ امراض قلبیہ و صدریہ کا علاج اس سے علٰحدہ کیا جائے گا تو وہ اُسوہ رسولؐ کے مطابق نہیں ہوگا۔ اپنی جگہ مؤثر ہوا کرے۔ بہرحال وہ اُسوۂ رسول کے نقشے سے ہٹا ہوا ہے۔

دیکھئے ہمارے یہاں ایک ہے 'وعظ'۔ یہ لفظ وعظ ہمارے یہاں فی الوقت کیا بن گیا ہے۔ لوگ پھبتی چست کرتے ہیں، لوجی وعظ کہہ رہے ہے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہیں۔ گویا بہت گھٹیا سی بات کہی جا رہی ہے - یہ دَور دَور کی چھاپ ہوتی ہے۔ ایک زمانے میں ایسے وعظ ہُوا کرتے تھے جو بہت مؤثر ہوتے تھے۔ سامعین ان سے اپنے قلوب میں گداز اور ایک روشنی محسوس کرتے تھے، ان کے جذبات کو جِلا ملتی تھی۔ اب یہ وعظ گالی بن گیا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں میری یادداشت کے مطابق جو "وعظ" ہُوا کرتے تھے ان میں بھی قرآن نہیں ہوتا تھا (اِلاّ ماشاء اللہ) اکثر وعظ 'مثنویٔ مولوی معنوی' کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ اس کی بھی ایک تاثیر تھی اس سے انکار نہیں۔ لیکن اکثر ہوتا یہی تھا، کہ ایک خاص ترنّم آمیز لہجے میں مثنوی کو پڑھا جاتا تھا۔ میرے ہوش کے زمانے میں اکثر وعظوں کی یہی نوعیت ہوتی تھی جو مَیں نے خود سُنے ہیں — قرآن کہتا ہے کہ موعظہ حسنہ اور نصیحت یہ قرآن ہی ہے۔ دلوں میں اُترنے والی چیز یہ قرآن ہے، جذبات کو جِلا بخشنے والی چیز یہ قرآن ہے: قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ - ان حقائق کو علامہ اقبال مرحوم نے اپنے زمانے میں خوب واضح کیا ہے جیسا کہ انہوں نے بہت سے قرآنی حقائق کی اپنے اشعار میں نہایت عمدہ، اعلیٰ و ارفع ترجمانی اور وضاحت کی ہے۔ چنانچہ اپنے دَور کے واعظین کے متعلق انہوں نے کہا ع معنی اُو پست و حرف اُو بلند — الفاظ بڑے بھاری بھرکم اور معنی تلاش کرو تو ہیں ہی نہیں — دھواں دھار بات ہے لیکن معنی سے بالکل خالی — آگے علامہ کہتے ہیں ؎

از خطیب و دیلمی گفتارِ اُو   با ضعیف و شاذ و مُرسل کارِ اُو

اپنے وعظوں کے لیے حدیث لائیں گے تو کوئی بہت ہی ضعیف یا شاذ حدیث لائیں گے۔ واعظوں کی یہ بڑی کمزوری تسلیم کی گئی ہے کہ ان کے وعظ میں اکثر بیشتر کمزور و ضعیف حدیثیں ہوتی ہیں۔ امام غزالی رح اس سے نہ بچ سکے۔ "احیاء العلوم" جیسی کتاب بھی اس سے مبرّا نہیں۔ البتّہ اس میں یہ بات

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہے کہ وہ کسی موضوع پر آٹھ حدیثیں صحیح درج کرنے کے بعد دو تین ضعیف حدیثیں بھی شامل کر دیتے ہیں۔ پتہ نہیں ایسا کیوں ہُوا! شاید ان کا جی بھرتا نہیں تھا اور وہ چاہتے تھے کہ دو تین دلیلیں اور دُوں۔ حالانکہ وہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہو جاتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ کچھ ضعیف احادیث بھی لے آتے تھے۔ لیکن ہمارے ہاں جو عام واعظین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ساری گفتگو اور وعظ کا مرکز و محور صرف ضعیف احادیث ہو گا۔ الّا ماشاء اللہ۔ وہ خطیب بغدادی کی ہو گی یا دیلمی کی ہو گی وہ شاذ ہو گی یا مرسل ہو گی یا ضعیف ہو گی ہے

از خطیبؔ و دیلمی گفتار اُو با ضعیف و شاذ و مرسل کار اُو

مطلب کیا ہے کہ اگر کسی چیز سے ہمارے واعظین کو اعتنا نہیں ہے تو وہ یہ قرآن ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رح نے اپنے والد مرحوم کے یہ حد درجہ سادہ مگر پُر تاثیر اشعار حواشی، ترجمہ قرآن میں درج کیے ہیں ے

سُنتے سُنتے نغمہ ہائے محفلِ بدعات کو کان بہرے ہو گئے دل بے مزہ ہونے کو ہے

آؤ سُنوائیں تمہیں وہ نغمہ مشروع بھی کہ جس سے خاشعاً متصدِّعا ہونے کو ہے

میں ان اشعار کے حوالے سے ابھی کراچی میں یہ بات کہہ کر آیا ہوں جو مجھے اس وقت یاد آ گئی کہ ایک محفلِ سماع جنابِ محمّد کی بھی ہوتی تھی۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ لیکن اس میں کیا سُنا جاتا تھا۔ قرآن — وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الاعراف) اور جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے، دھیان سے کان لگا کر سُنو اور خاموش رہو۔" حدیثِ صحیح موجود ہے جو حضرتِ عبداللہ رضؓ بن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ ان سے فرمائش کر کے نبی اکرم صؐ نے قرآن کریم سُننا چاہا تو انہوں رضؓ نے عرض کیا کہ حضور صؐ آپ کو سُناؤں! آپ صؐ پر تو قرآن نازل ہُوا ہے۔ لیکن آں جناب صؐ نے فرمایا کہ ہاں سُناؤ مجھے دوسروں سے سُن کر حظ اور لُطف

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضؓ ابن مسعود نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی اور جب اکتالیسویں آیت پر آئے تو حضورؐ نے روکا: حَسْبُكَ، حَسْبُكَ بس کرو، بس کرو۔ حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جب حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ "پس سوچو کہ اس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر (اے محمدؐ) تمہیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔" یہ ہے سماع جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

وعظ کا مقصد کیا ہے؟ جذبات کے اندر ایک حرارت پیدا کرنا۔ کیا یہ حرارت قرآن سے پیدا نہیں ہوتی؟ گویا اس طریقے سے تزکیہ نفس کے لیے تو غالباً یہ دنیا کی ناکام ترین کتاب سمجھی گئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کی سب سے زیادہ ناقدری اس کوچے میں آکر ہوئی ہے اس کا مرثیہ بھی اقبالؒ نے کہا ہے ؎

صوفیٔ پشمینہ پوش حال مست   از شراب نغمۂ قوال مست
آتش از شعر عراقی در دلش   در نمی سازد بقرآں محفلش

عراقی کا جامی کا یا رومی کا شعر سنیں گے تو حال میں آجائیں گے۔ قرآن سنیں گے تو کوئی اثر ہی نہیں ہوگا بلکہ قرآن ان کی محفلوں میں جگہ ہی نہیں پاتا۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ آخر یہ کیا مصیبت ہے۔ حالانکہ اگر جذبات کی جلا، ان میں حرارت اور سوز و گداز و کیف و سرور کی کیفیات مطلوب ہوں تو اس مقصد کے لیے بھی یہ قرآن ہے جو جناب محمد پر اترا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کے لیے بھی سب سے بڑا منبع و سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔

اسوۂ حسنہ کے ضمن میں اب تک قدرے تفصیل کے ساتھ میں نے جو اسوے گنوائے ہیں، انہیں پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ پہلا اسوہ ہے، دعوت و تبلیغ و انذار و تبشیر و موعظہ و تذکیر، ان سب کو جمع کر لیجئے ان سب کا مرکز و محور،

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مبنیٰ و مدار ہے قرآن — دوسرا اسوہ ہے تزکیہ و تربیت، اس کی اساس، جڑ اور بنیاد بھی قرآن ہی ہے۔ ذکر قرآن سے، محفلِ سماعِ قرآن سے، وعظ قرآن سے، تطہیرِ فکر قرآن سے ہوگی اور فکر کی تطہیر ہوگی تو اعمال خود بخود درست ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ انسانی شخصیت مجموعہ ہے فکر و عمل کا اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ بایں معنی کہ "گندم از گندم بروید جو زجو" کے مصداق غلط فکر، غلط عمل ہی کو جنم دے سکتا ہے اور صحیح عمل کے لیے صحیح فکر لازم و لابد ہے گویا اگر کسی انسان کی فکر کی تطہیر ہو جائے اور غلط افکار و نظریات اور فاسد خیالات اس کے قلب و ذہن سے پت جھڑ کے پتوں کی طرح جھڑ جائیں تو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے برگ و بار بلا تکلف از خود نمایاں ہو جائیں گے۔ اسی عمل (PHENOMENON) کو قرآن حکیم یُكَفِّرْ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ بھی قرار دیتا ہے اور یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ بھی۔ اور یہی ربط و تعلق ہے اس میں کہ تلاوت آیات کے متصلاً بعد تزکیہ کا ذکر قرآن میں آیا ہے: یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ — واللہ اعلم۔

اب آئیے دوسرے مرحلے کی طرف یعنی تنظیم و ہجرت — تنظیم کے ضمن میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اسوہ رہا ہے! اب اس مسئلہ کو ہمیں سمجھنا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسا فاتر العقل شخص اس مجلس میں نہیں ہوگا جو یہ سمجھتا ہو کہ تنظیم کے بغیر بھی کوئی اجتماعی کام ہو سکتا ہے! میں نے کراچی میں کہا اور آپ بھی سن لیجیے کہ اگر آپ کو لوگوں کی جیبیں کاٹنی ہوں تو بھی ایک تنظیم قائم کرنی پڑے گی۔ گرہ کٹوں کے بھی گروہ (Gang) ہوتے ہیں۔ ڈاکہ ڈالنا ہو تو Gang بنانا ہوگا۔ سوشلزم لانا ہو تو آپ کو تنظیم بنانی ہوگی۔ اور اگر اسلام کے لیے کوئی کام کرنا ہے تو بھی تنظیم سے مفر نہیں ہے۔ اچھی طرح جان لیجیے لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ

© rasailojaraid.com

یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ اور نبی اکرمؐ کا تو حکم ہے کہ اَنَا اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ـــ ہمارا آج کا مزاج اس سے کافی بعید چلا گیا ہے۔ بڑے بڑے اہلِ دانش و بینش اور صاحبِ علم و فضل کہتے ہیں "اجی جماعت کی کیا ضرورت ہے کام تو ہم بھی کر ہی رہے ہیں۔ نماز اور روزہ تو ہو ہی رہا ہے۔ کسی کی کوئی خدمت بھی کر دی جاتی ہے!" اگر واقعی کوئی کام کرنا ہے، اگر اسوۂ محمدیؐ پیشِ نظر ہے اور انقلابِ محمدیؐ کو دنیا میں دوبارہ لانے کی سعی و جہد کرنی ہے تب تنظیم سے رستگاری نہیں ہو سکتی۔ تنظیم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکے گا۔ آج کے دور کا سب [illegible] ہی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید (سورہ مریم) میں عرب کے لوگوں کو قوماً لُدًّا کہا گیا ہے "یہ بڑی جھگڑالو قوم ہے۔" ہر ایک اپنی جگہ پر فرعونِ بے سامان ہے کون کسی کی سُنے گا! کون کسی کے سامنے سر جھکائے گا! آج کا دور بھی ایسا ہی دور ہے کہ سب سقراط و بقراط ہیں۔ کون کسی کی سُنے گا! لوگوں کے اپنے اپنے نظریات ہیں، خیالات ہیں، اختلاف ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ چنانچہ اس دور میں کسی نظم کا پابند ہونا سب سے کٹھن کام ہے۔ کسی کی بات مانی جائے، کسی کا حکم مانا جائے، خود کو کسی ڈسپلن میں دے دیا جائے، سمع و طاعت کا نظم قبول کیا جائے، یہ بڑا مشکل اور اوکھا کام ہے۔ میرے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی جو قربانیاں ہیں۔ ان میں سب سے بڑا ایثار یہی تھا کہ اپنی شخصیت کی کامل نفی تھی اور انہوںؓ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں گم کر دیا تھا۔ حالانکہ بہت سے دنیوی اعتبارات سے وہؓ نبی اکرمؐ سے آگے تھے۔ حضورؐ کے پاس اپنا ذاتی سرمایہ کوئی نہیں تھا: وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جب غنی کیا ہے تو سرمایہ اہلیہ محترمہ کا تھا۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد، طائف والوں نے یہی طعنے تو دیئے تھے کہ اللہ کو ایک مفلس و قلاش کے سوا اپنا نبی بنانے کے لیے کوئی اور نہیں ملا تھا۔ مکّہ والے بھی کہا

© rasailojaraid.com

کرتے تھے کہ اللہ کو نبی بنانا تھا تو دو عظیم شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی صاحبِ ثروت سردار کو بنانا تھا ۔ حضورؐ کے پاس قریش کے اُس قبائلی نظام کا کوئی منصب نہیں تھا ۔ اور ابو بکرؓ کے پاس سب سے زیادہ SENSITIVE اور سب سے زیادہ TOUCHY یعنی نازک اور سریع الاثر منصب تھا ۔ یعنی دیت کا فیصلہ کرنا آپؓ کے اختیار میں تھا کہ کسی مقتول کا کتنا خون بہا دیا جائے گا ۔ گویا اُس معاشرے میں کسی کی معاشرتی حیثیت (SOCIAL STATUS) کے تعین کرنے کا کام آپؓ کے سپرد تھا ۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ اس معاشرے کے قبائلی نظام میں حضرت ابو بکرؓ کو کیا مقام حاصل تھا ! لیکن انہوں نے اپنی شخصیت کی ایسی نفی کی ہے اور اس طرح گم کیا ہے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں کہ "ابو بکر" تو نظر ہی نہیں آتے ۔ نظر تو وہ آتا ہے ، جو اختلاف کرتا ہے ۔ ایسے شخص کی شخصیت علیحدہ اور جدا نظر آئے گی کہ یہاں کسی درجے میں اپنی بات کہی جائے ۔ لیکن جس کی اپنی کوئی بات ہی نہیں ہے ، جو خود کو گم کر چکا ہو محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں ، وہ کہاں نظر آئے گا ! یہ ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سب سے بڑا ایثار اور سب سے بڑی قربانی ۔

آج جو سب سے بڑا فتنہ اس ہمارے دماغوں میں بیٹھا ہوا ہے وہ یہی انانیت ہے ۔ کوئی نظم ہوگا اور کوئی تنظیم ہوگی تو بہرحال اس کے امیر اور اس کے نظام العمل کی پابندی بھی کرنی ہوگی ۔ لہٰذا اپنے آپ کو اس "کھکھیڑ" سے بچانے کے لیے یہ فلسفہ تراش لیا جاتا ہے کہ "اجی کسی جماعت یا تنظیم کی ضرورت ہی کیا ہے ، دین کا کام کسی نہ کسی درجے میں ہم بھی کر رہے ہیں جماعتیں اور تنظیمیں تو عموماً فتنہ بن جایا کرتی ہیں ۔ اس لیے اس سے حذر ہی بہتر ہے " ان حیلوں سے دل کو مطمئن کر لیا جاتا ہے ۔ لوگ سڑک پر چلتے ہوئے حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود باہر نکلنا ترک نہیں کر سکتے ۔ دل میں اصل چور یہی ہے کہ میں کیوں کسی کی مانوں ۔ لیکن یہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

جان لیجئے کہ تنظیم و جماعت کے بغیر دنیا میں کبھی کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مجھے تنظیم و ہجرت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیمیں دو نوعیتوں کی تھیں۔ ایک تنظیم کی نوعیت تو یہ تھی کہ آپؐ کے بربنائے نبی و رسول جو شخص بھی آپؐ پر ایمان لے آیا اور اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تو وہ خود بخود بحیثیت مومن آپؐ کا مطیع و فرماں بردار ہو گیا، اور آپ سے آپ اس بڑی تنظیم میں شامل ہو گیا جس کو امتِ مسلمہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب کسی دوسری تنظیم کی حاجت ہی نہیں — وہ حضورؐ کے احکام کا پابند ہے۔ اس لئے اگر وہ انحراف کرے گا تو اس کا ایمان ہی سلامت نہیں رہے گا اس سے زیادہ مضبوط تنظیم کا دنیا میں وجود ممکن ہی نہیں ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اختلاف ممکن نہیں۔ اختلاف کیا تو ایمان کی خیر نہیں رہے گی۔ اختلاف کرنا تو دور رہا، بات مان بھی لی ہے لیکن اگر دل میں کوئی اضطراب یا تنگی رہ گئی تو بھی ایمان کی خیر نہیں۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء) "اے محمدؐ! آپؐ کے رب کی قسم یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپؐ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپؐ فیصلہ کریں اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔" آپ حضرات نے دیکھا کہ آنجنابؐ کے حکم تسلیم نہ کرنے پر ہی نہیں بلکہ آپؐ کے فیصلوں کو خوش دلی سے قبول نہ کرنے پر بھی ایمان کی نفی کی جا رہی ہے اور اللہ اپنی ذات تبارک و تعالیٰ کی قسم کھا کر نفی فرما رہے ہیں

پھر دیکھئے سورۂ الحجرات میں فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ

© rasailojaraid.com

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ہ" اے اہلِ ایمان اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ اُن سے گفتگو میں اپنی آواز کو اس طرح نمایاں کرو جس طرح تم باہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے بلند آوازی اختیار کرتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال حبط و برباد ہو جائیں۔ تمہارے اب تک کے کیے کرائے پر پانی پھر جائے اور تمہیں شعور و احساس تک نہ ہو۔" شعور و احساس جب ہوتا ہے جب انسان یہ سمجھے کہ وہ نبی اکرمؐ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ غور کیجیے کہ یہاں نافرمانی حکم عدولی اور معصیت رسولؐ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا بلکہ مجرد سوئے ادب کی وجہ سے سارے اعمال کے حبط ہونے کی وعید سنائی جا رہی ہے۔

اور آگے چلیے اور دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے اطاعت رسول کے لیے کتنا محکم اور غیر مبہم ضابطہ و قانون بیان فرما دیا ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ "جس نے جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی" اسی ضمن میں خود نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول بھی سن لیجیے کہ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔" قرآن و حدیث کی یہ تعلیمات و ہدایات پیش نظر رکھیے اور غور کیجیے کہ اس سے زیادہ مضبوط کسی اور تنظیم کا آپ تصور کر سکتے ہیں۔!

اب خوب توجہ سے میری آج کی تقریر کا خلاصہ پھر سن لیجیے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اپنے فہم تک قرآن کا جو پیغام سمجھا ہے، وہی پیغام ہمیں احادیث میں ملتا ہے اور وہی پیغام ہمیں سیرتِ مطہرہ سے ملتا ہے۔ اسی بات کو میں نے آج اُسوۂ حسنہ کے حوالے سے آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اور وہ اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ:

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

آپؐ کی دعوت ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت کسی تبلیغی، رفاہی، اصلاحی، علمی و تحقیقی اور سیاسی نوعیت کی نہیں تھی ـــ بلکہ خالص انقلابی نوعیت کی دعوت تھی ـــ یہ تمام کام اس میں بطور اجزاء شامل تھے۔ چنانچہ اس دعوت کے نتیجے میں جو انقلاب عظیم دنیا میں برپا ہوا، اس سے پوری انسانی زندگی میں تبدیلی رونما ہوئی۔ عقائد و نظریات، سیرت و کردار، نظام حکومت و سیاست، علوم و فنون، قانون و اخلاق، تہذیب و تمدن اور معاشرت و معیشت، الغرض حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ بھی بدلے بغیر نہ رہا۔ یہ انقلابی جدوجہد خالص انسانی سطح پر قدم بقدم چل کر کی گئی اور ایک انقلابی جدوجہد کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، وہ سب مراحل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انقلابی دعوت کو بھی پیش آئے ـــ اللہ کی نصرت و تائید بھی حاصل ہوئی لیکن اُس وقت جب نبی اکرمؐ اور آپؐ کے جان نثار صحابہ کرامؓ نے اپنی امکانی حد تک اس جدوجہد میں مثالی قربانی اور ایثار پیش کیا۔

آپؐ کی جدوجہد جن مراحل سے گزری ان کو دو دو الفاظ کے جوڑوں کے ساتھ میں نے تین حصوں میں منقسم کر کے قدرے تفصیل کے ساتھ آپؐ کے سامنے پیش کیا ہے ـ

- پہلا مرحلہ ہے : دعوت و تربیت۔
- دوسرا مرحلہ ہے : تنظیم و ہجرت اور
- تیسرا مرحلہ ہے : جہاد و قتال ۔

اس مختصر وقت میں، میں نے کوشش کی ہے کہ دعوت، و تربیت اور تنظیم و ہجرت کے ضمن میں ضروری نکات آپ کے سامنے پیش کر دوں لہٰذا دعوت و تربیت کے مرحلے کے متعلق میں نے اس مختصر سے وقت میں آپ کے سامنے چند اہم نکات اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں بیان کر دیے

© rasailojaraid.com

تنظیم تو دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کی آپ سے آپ ہو جاتی تھی۔ چونکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کو رسول اللہ تسلیم کرنے کا لازمی تقاضا تھا کہ تمام اہلِ ایمان، ایک تنظیم، ایک جماعت اور ایک اُمّت بن جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بے چون و چرا اور تسلیم و رضا کی کیفیات کے ساتھ پیروی کریں لہٰذا ہجرت تو تنظیم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ کچھ اختیار کرو گے تو کچھ ترک بھی کرنا پڑے گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرلی ہے تو ہر اس چیز کو چھوڑنا ہو گا جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے۔ کسی سے جڑو گے تو کسی سے کٹو گے بھی۔ سیدھی سیدھی سی بات ہے۔ دین پر عمل کرنے کے باعث آج اپنے دوست سے کٹے تو کل اپنے بھائی سے کٹو گے۔ ہو سکتا ہے کہ بیوی سے بھی کٹنا پڑ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ وقت بھی آجائے کہ ہر ایک چیز سے کٹنا پڑ جائے تو جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر پختہ یقین رکھتے ہیں، وہ کٹ جایا کرتے ہیں۔ وہ گھر بار کو حتیٰ کہ وطن کو بھی چھوڑ کر ایسے نکل جاتے ہیں جیسے جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ ہمارا وطن تھا۔ لیکن! جو کسی اصول کی وجہ سے ایک دوست اور ایک بھائی سے نہ کٹ سکا وہ اللہ اور اس کے دین کے لیے اپنا وطن چھوڑ دے گا؟ جو ایک پیسے میں امین ثابت نہ ہو کیا وہ لاکھ روپے میں امین ثابت ہو گا؟ جو چھوٹا سا وعدہ پورا نہ کر سکے، وہ بڑے بڑے وعدے پورے کرے گا؟ یہ باتیں ناممکنات میں سے ہیں ـــ ہجرت تنظیم کے ساتھ بطور ضمیمہ منسلک ہے۔ پھر جہاد ہے، 'جہاد' دراصل اس جدوجہد کا نام ہے کہ جس میں ایک بندۂ مومن باطن میں اپنے نفس سے اس کو اللہ اور رسول کا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لیے کشمکش کرتا ہے اور ظاہر میں دعوتِ حق کی تبلیغ کے لیے بھاگ دوڑ، سعی و کوشش اور اس کے قیام کے لیے محنت و مشقت بھی اسی جہاد میں شامل ہوتی ہے ـــ پھر قتال ہے' جب بھی اس کا مرحلہ آجائے تو ایک بندہ مومن اس کے لیے تیار بھی رہے اور

© rasailojaraid.com

اس کی تمنا کو دل میں پرورش بھی کرتا رہے۔ حضورؐ کا ایک ارشاد ہے کہ جس دل میں اللہ کی راہ میں شہادت کی موت کی تمنا نہ ہو اس کی موت ایک نوع کے نفاق پر واقع ہوتی ہے۔ (او کما قال)

سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع کے آج کے درس میں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے بعد والی آیت نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ: وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝

" اور سچے مومنوں کا حال یہ تھا کہ جب انہوں نے (غزوۂ احزاب کے موقع پر) حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔[1] اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی تھی: اس واقعہ نے ان کے ایمان اور سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا ہے (یعنی وہ صبر و ثبات سے ڈٹے بھی رہے) اور ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکا اور کوئی اپنی باری آنے کا منتظر ہے۔" اس آیت میں وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ ایک مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ بڑے ذوق و شوق اور اشتیاق کے ساتھ اس بات کا منتظر رہے کہ کب وہ وقت آئے کہ وہ اللہ کی راہ میں گردن کٹا کر سرخرو ہو۔ چونکہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ کی رو سے اہلِ ایمان اللہ سے سودا کر چکے ہیں اور جنت کے عوض اپنا مال اور اپنی جان اس کے ہاتھ بیچ چکے ہیں:

---

[1] اشارہ ہے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ کی طرف۔

© rasailojaraid.com

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

"یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کے جان اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کے اس طرزِ عمل پر پختہ وعدہ ہے تورات میں بھی، انجیل میں اور قرآن میں بھی۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو۔ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ کے ساتھ چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس آیت شریفہ میں لفظ "بیع" جس سے بیعت بنا ہے پوری جامعیت کے ساتھ قول و قرار اور عہد و پیمان کے لیے استعمال ہوا ہے ــــ اس آیت کی رُو سے مومنین تو اپنے مال اور اپنی جان اللہ کے ہاتھ بیچ چکے، اب جب بھی یہ مرحلہ آئے ــــ اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کب آئے گا۔ البتہ سنت اللہ اور اسوۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات بالکل ظاہر و واضح ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق، تکبیرِ رب اور اظہارِ دین الحق علی الدین کلّہ کی انقلابی جدوجہد میں یہ مرحلہ آکر رہتا ہے ــــ یہ ہے اسوۂ رسول:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔

آگے کے مراحل کے بارے میں [illegible] کچھ نہیں کہہ سکتا، جو لکھا ہے وہ [illegible] کرتا ہے ــــ کچھ پتہ نہیں کہ کب کیا [illegible] اور کیا صورت حال پیدا [illegible] ہے کہ ایک شخص دعوت دے رہا ہے اور اس میں اس کی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

زندگی تمام ہو جائے اور اس کو ایک ساتھی بھی نہ ملے۔ نبیوں میں یہ بھی ہُوا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کسی جگہ تمکّن عطا فرما دے۔ اس کا دارومدار ہماری سوچ پر نہیں ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مکّہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ کی کھڑکی تو اللہ نے خود کھولی۔ مکّہ میں اہلِ یثرب کے چھ اشخاص ایمان لے آئے۔ اگلے سال بارہ آدمی آ گئے اور اس سے اگلے سال پچھتّر آ گئے اور بیعتِ عقبہ ثانیہ منعقد ہوئی۔ پھر نبی اکرمؐ کے قدم مبارک ابھی وہاں پہنچے بھی نہیں ہیں کہ مدینہ آغوش و دار الہجرۃ بن رہا ہے اور حضورؐ کی تشریف آوری کا بڑے اشتیاق کے ساتھ انتظار کر رہا ہے۔ اور استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں — اور مکّہ جہاں حضورؐ بہ نفسِ نفیس تیرہ برس سے دعوت دے رہے ہیں، وہ خون کا پیاسا بنا ہُوا ہے۔ کون سے حساب کتاب میں یہ چیز آتی ہے! یہ مشیّتِ الٰہی ہے۔ آگے کے بارے میں کوئی لال بجھکڑ بن کر کہے کہ یوں ہو گا اور وہ ہو گا تو اس سے بڑا احمق اور کوئی نہیں — وہ تو اللہ ہی جانتا ہے، ہم نہیں جانتے — ہم اُسوۂ رسول کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے اگر اخلاص ہمارے شاملِ حال رہا تو اس راہ میں پوری زندگی کھپا کر یا سر کٹا کر دنیوی اعتبار سے ناکام ہو جانا بھی ہمارے لیے کامیابی ہے — اور کامیاب ہو گئے تو پھر تو کامیاب ہی کامیاب ہیں۔ اسی کو قرآن حُسْنَیَیْن سے تعبیر کرتا ہے۔ اس راہ میں آخرت کے اعتبار سے ناکامی کا کوئی سوال ہی نہیں — بالاکوٹ کے میدان میں راہِ حق میں سر کٹانے والے کیا ناکام ہوئے! ہرگز نہیں ان کی کامیابی پر تو فرشتے رشک کرتے ہوں گے۔ وہ تو شہادت کے مرتبے پر فائز ہیں، جو انبیاء اور صدیقین کے بعد آخرت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

اسوۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے میں نے دین کے انقلابی پیغام کے لیے دعوت و تربیت، تنظیم و ہجرت، اور جہاد و قتال کے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مراحل اور ان کے مقتضیات ولوازم آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ "تنظیم" کی ضرورت کی دلیل اس حدیث شریف کے حوالے سے بھی آپ کے سامنے آچکی ہے کہ: "اَنَا اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ: بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" "میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں: جماعت کا اور سمع وطاعت کا اور اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کا" اگر یہ حدیث برحق ہے اور یقیناً برحق ہے تو اچھی طرح جان لیجئے کہ واقعہ یہ ہے کہ نظم جماعت کے بغیر زندگی بسر کرنا خلافِ سنت زندگی ہے۔ اسی بات کی وضاحت کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ"۔

ماحصل کلام یہ نکلا کہ رضائے الٰہی کے حصول اور اسوۂ رسول کی پیروی کے لیے جب تک ایک مسلمان اپنے آپ کو کسی ایسی تنظیم کے حوالے نہ کر دے جو ٹھیٹھ اسلامی اصولوں پر اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامتِ دین کے لیے قائم ہو، اس تک اس کی زندگی بحیثیتِ مجموعی سُنّت کے مطابق نہیں ہوگی اور بات وہی ہوگی جو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ مچھر چھانے جائیں گے اور سموچے اونٹ نگلے جائیں گے۔

اسی بات کو قرآن حکیم سے سمجھنا چاہیں تو تھوڑے سے غور و تدبر کے بعد ان شاء اللہ سورۂ آلِ عمران کی یہ آیتِ مبارکہ تنظیم کی ضرورت اور اس کی دعوت کے تین اہم نکات دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو سمجھنے کے لیے کفایت کرے گی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

© rasailojaraid.com